VFAST Transactions on Islamic Research
http://vfast.org/index.php/VTIR@ 2015 ISSN-2309-6519
Volume 6, Number 1, January-February, 2015 *pp-24-32*

METHODOLOGY OF MOLANA MUHAMMAD IDRESS KANDEHLVI(1899-1974) IN HIS TAFSEER MARIF UL QURAN (TAFSEER BIL RAI)

[1]MUHAMMAD ZUBAIR,[2]SIRAJ UL ISLAM,[3] ABZAHIR KHAN,
[4] ABZAHIR KHAN
[1]Lecturer, Islamic studies department, Abdul wlai Khan University
Mardan (KP) Pakistan
zubair@awkum.edu.pk
[2]Assistant Professor, Islamic studies department, Abdul wlai Khan University
Mardan (KP) Pakistan
sirajulislam@awkum.edu.pk
[3]Assistant Professor, Islamic studies department, Abdul wlai Khan University
Mardan (KP) Pakistan
abzahir@awkum.edu.pk
[4] Assistant Professor, Islamic studies department, Abdul wlai Khan University
Mardan (KP) Pakistan
drnaeem@awkum.edu.pk

Received June 2014

ABSTRACT.*The Holy Quran is a comprehensive guidance for mankind and an everlasting miracle revealed by Allah almighty to His last messenger prophet Muhammad peace be upon him. With respect to its contents it is the source of all knowledge and science. It has pointed out many scientific and historical facts which were not only unknown at that time but not even be imagined. The knowledge that refers to the findings and descriptions of the Holy Quran is called Ilme-Tafsyr.This work has been started from the prestigious age of the Holy Prophet peace be upon him.His followers(Sahaba)established numerous school. (Madaris)of tafsyr within the perimeter of Arab and outside .Many Tafasyrs have been compiled on various perspectives. In Urdu language valuable Tafasyrs have been written among them one is Maarif -al -Quran by Mulana Muhammad Idrees Kandehlvi.The author under reference is a well known authority among the scholars of Islam.He has a distinctive position in all fields of religiuous sciences especially Tafsyr and Hadith. Maarif ul Quran is his master piece which he wrote in his later part of life. This Tafseer is a brief synopse and summary of the past tafsyrs.Since Maarif ul Quran is very popular among all and sundry, and many logical problems have been solved in a realistic way so in the article under reference this aspect (Tafsyr Bil Rai)of the said prominent Mufassir was choosen for discussion which will prove very useful for scholars.*

***Keywords**:* Quran, Tafseer ,Opinion,Logic,

مولانا محمدادریس کاندہلویؒ کا تفسیر بالرائے میں منہج

تفسیر بالرائے کی لغوی تحقیق:

امام راغب اصفہانیؒ [1] فرماتے ہیں۔'' اَلرَّأيُ: اِعتِقَادُ النَّفسِ اَحَدَ النَّقِيضَينِ عَن غَالِبَۃِ الظَّنِّ''[2]

رائے ،غالب گمان سے دو متضاد چیزوں میں سے ایک پر نفس کا یقین [دل کی تسلی] کانام ہے۔''

اللہ ارشاد فرماتے ہیں:(يَرَوْنَهُمْ مِثلَيْهِمْ رَاْىَ العَيْنِ)[3]

وہ اُن کو اپنی آنکھوں سے اپنے سے دگنا مشاہدہ کر رہے تھے۔

یعنی کافروں کو مسلمانوں کا لشکرجنگ بدر میں اپنے سے دگنانظر آرہاتھا۔

اسی طرح رائے کسی چیز کے متعلق تفکرکے معنی میں آتا ہے یہ تفکر کبھی حسی ومشاہداتی اور کبھی تخیلاتی وتصوراتی ہوتی ہے۔

اسی مناسبت سے خواب کو رُؤیا کہتے ہیں جس میں تصوراتی مشاہدہ ہوتا ہے[4] ۔

رائے کا اطلاق اجتہاد اور قیاس پر بھی ہوتا ہے۔اس لحاظ سے اصحاب القیاس کو اصحاب الرائے بھی کہتے ہیں۔

تفسیر بالرائے کی اصطلاحی تحقیق

امام زرکشی [5]فرماتے ہیں : أَنْ يرْجَعَ فِي أَلْفَاظِہٖ إِلٰى أَھلِ اللّغَۃِ وَ فِى مَعرِ فَۃِ نَاسِخِہٖ وَ مَنْسُوخِہٖ وَ سَبَبِ نُزُولِہٖ وَ مَا يحتَاجُ فِيہِ إِلٰى بَيَا نہٖ

قرآن حکیم کی تفسیر میں اہل لغت کی طرف رجوع کرنا اس میں ناسخ ومنسوخ اور اسباب نزول کی پہچان یا اس کی وضاحت کے لئے جن چیزوں کی ضرورت ہے انہیں سمجھ کر تفسیر کرنا [تفسیربالرائے ہے جوخطأ سے بچنے کا محفو ظ طریقہ ہے [6]۔

اس کی تعریف اس طرح بھی کی گئی ہے۔

''اَلتَّفسِيرُبِالرَّأيِ عِبَارَۃٌ عَن تَفسِيرِالقُراٰنِ بِالإجتِہَادِ بَعدَ مَعرِفَۃِالمُفَسّرِلِکَلَامِ العَرَبِ وَمَنَاحِيھِم فِى القَولِ،وَمَعرِفَتِہٖ لِلاَلفَاظِ العَرَبِيّۃِ وَ وَجُوہِ دَلَالَاتِھَا وَاستِعَانَتُہٗ فِي ذٰلِکَ بِالشِّعرِ الجَاھِلِيَّۃِ عَلٰى اَسبَابِ النُّزُولِ وَ مَعرِفَتِہٖ بِالنَّاسِخِ وَالمَنسُوخِ مِن آياتِ القُراٰنِ وَ غَيرَ ذٰلِکَ مِن الأدوَاتِ الَّتِي يَحتَاجُ اِلَيھَا المُفَسِّرُ

''تفسیر بالرائے مفسر کی اس قرآنی تفسیر سے عبارت ہے جو اجتہاد کی روشنی میں ہو،اور اس مفسرکو کلام عرب [شعر ونثر]سے واقفیت حاصل ہو۔عربی عبارات کی وجوہِ دلالت سے شناسا ہو۔اسی طرح آیات کے اسباب نزول اور ان میں ناسخ ومنسوخ وغیرہ جانتا ہوجن کا جاننا ایک مفسر کے لئے ضروری ہوتا ہے۔[7]

آیات قرآنی میں غوروفکر اور تدبر نہ صرف مستحسن بلکہ مطلوب ومقصود بھی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا يتَذَکَّرُ اُولُواالاَلْبَابِ [8]

''اور سمجھتے تو وہی ہیں جو عقل مند ہیں ۔''

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَفَلَا يتَدَبَّرُوْنَ القُرْاٰن اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُھَا [9]

''تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔''

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے نزول کا مقصد تدبر اور تذکُّر[نصیحت حاصل کرنا] ہی بیان فرمایا ہے۔

کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰہُ اِلَيْکَ مُبٰرَکٌ لِّيَدَّبَّرُوااٰيٰتِہٖ وَلِيَتَذَکَّرَ اُولُواالاَلبَابِ [10]

''یہ نہایت مبارَک کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف اتاری ہے تاکہ لوگ اس کی آیات میں تدبر کریں اورصاحب عقل اس سے یاد دہانی حاصل کریں ۔''

ایک شبہ کا ازالہ

آیات مذکورہ اور ان کی مثل دیگر آیات میں فکر وتدبرکی تحسین کی گئی ہے لیکن اس کے علی الرغم ایک حدیث میں واردہے:

مَن قَالَ فِي القُراٰنِ بِرأيِہٖ فَاَصَابَ فَقَدْ اَخطأَ. (11)
جس کسی نے قرآن مجید کی تفسیر میں اپنی رائے سے کچھ کہا اور اس کی بات درست بھی نکلی تو اس نے غلطی کی۔جس کے تحت قرآن کی تفسیر میں رائے کے استعمال کی تصویب نہیں کی گئی ہے۔
اس کے جواب میں امام بغوی ؒ (12)فرماتے ہیں:
قَدْ جَاءَ الوَعِیدُ فِي حَقِّ مَن قَالَ فِي القُراٰنِ بِرأیِہٖ وَذَالِکَ فِیمَن قَالَ مِن قِبَلِ نَفسِہٖ شیًابِغَیرِعِلمٍ (13) یہ وعید اس شخص کے بارے میں ہے جو قرآن کی تفسیرمیں اپنی طرف سے کوئی ایسی باتٖ کہے جوعلمی اور تحقیقی بنیادپر نہ ہو اور اتفاقاً اس کی رائے اصل کے موافق آجائے۔ ایسی تأویل جوعلم و اجتہاد پرمبنی ہواور قرآن وسنت کی مخالف نہ ہوں تو علماء نے اس کی اجازت دی ہے۔
علامہ مناوی ؒ (14)کے نقطۂ نظر کا خلاصہ یہ ہے
مَن تَکَلَّمَ فِي الْقُرْآنِ بِرأیِہٖ أیْ بِمَا سَنَحَ فِي ذِہْنِہٖ وَخَطَرَ بِبَالِہٖ مِنْ غَیْرَ دِرَایَۃٍ بِالأُ صُولِ وَلَا خَبْرَۃٌ بِالْمَنْقُولِ فأصَابَ أیْ فَوَافَقَ ہَوَاءُ الصَّوابَ ------ فَقَدْ أَخْطأَ فِي حُکْمِہٖ عَلَی الْقُرآنَ------آہ(15)
قرآن کریم میں اپنی رائے سے کچھ کہنا جس کی بنیاد بے علمی یا ہوائے نفس ہو اور اتفاقاً وہ رائے صحیح تفسیر کے موافق نکلے تو یہ حق تک پہنچنایقیناً خطأ شمار ہوگی جس کی حدیث میں ممانعت وارد ہے

تفسیر بالرائے کی اقسام

تفسیر بالرائے کی بنیادی طور دو اقسام ہیں۔
١:تفسیربالرائے المحمود ٢:تفسیر بالرائے المذموم
واضح رہے کہ یہ تقسیم اہل علم نے اپنے اجتہاد سے کی ہے اورتفسیر کے جانچنے کے لئے ایک میزانیہ مقرر کیا ہے جس پر کسی تفسیر کا درجہ متعین کیا جاتا ہےذیل میں محققین کی آرا ء ذکر کی جاتی ہیں ۔
١: امام حافظ ابن قیم الجوزیہؒ (16) ان دونوں قسم کی تفاسیر کی وضاحت ان الفاظ میں کرتے ہیں:
اَنَّ الرَّأيَ نَوعَانِ:اَحَدُھُمَارَأيٌ مُجرَّدٌ لَا دَلِیلَ عَلَیہِ بَل ھُوَخَرصٌ وَتَخمِینٌ فَھٰذَا الَّذِی اَعَاذَاللہُ الصِّدِیقُ وَالصَّحَابَۃُ مِنہُ،وَالثَّانِي رَأيٌ مُستَنِدٌ اِلَی اِستِدلَالٍ وَاِستِنبَاطٍ مِنَ النَّصِّ ---فَھٰذَا مِن أَلطَفِ فَھمِ النُّصُوصِ وَ أَدَقِّہٖ(17)

رائے کی دو قسمیں ہیں ایک تو وہ مجرد رائے ہے جو کسی دلیل پہ قائم نہ ہو بلکہ ظن وتخمین پر مبنی ہو تو اس قسم کی رائے سے سیدنا ابو بکرصدیقؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ نے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی ہے۔اور دوسری قسم وہ ہے جس کا استدل کسی دوسری نص سے کی گئی ہوتو یہ نہایت لطیف اور دقیق فہم نصوص کا نتیجہ ہے۔
٢:امام زرکشی ؒ فرماتے ہیں :
وَ لَا یَجُوْزُ تفْسِیْرُ الْقُرآنِ بِمُجْرَدِ الرَّأيِ وَالْاِجْتِھَادِمِنْ غَیْرِ اَصْلٍ(18)
''قرآن مجید کی تفسیر بغیر دلیل کے محض رائے اور اجتہاد سے کرنا جائز نہیں ۔''
یعنی رائے اگر دلیل کی روشنی میں ہو تو پھر مذموم نہیں بصورت دیگر ناپسندیدہ شمار ہوگی۔
٣:اسی طرح فرماتے ہیں :
''وَأما الرأيِ الذي یَسنَدُہٗ بُرہَانٌ فَالْحُکْمُ بِہٖ فِي النوازِلِ جائزٌ (19)
جو رائے کسی دلیل پر مبنی ہو تو پیش آمدہ نئے مسائل میں اس کے مطابق فیصلہ کرنا جائز ہے۔
اس تفصیل سے ثابت ہوتا ہے کہ رائے مطلقاً نہ محمود ہے اور نہ مذموم نہ ہر رائے قابل تردید ہے اور نہ ہر ایک قابل قبول۔ اگر تفسیر کے مسلمہ اصول وقواعد کو مدنظر رکھ کر رائے قائم کی جائے تو وہ رائے محمود [پسندیدہ]ہوگی،اور اگر ان مسلّمات کا استئصال کرکے ان کے واضح مفہوم

کوشخصی رائے کی بھینٹ چڑھایا جائے تو یہ رائے مذموم[نا پسندیدہ]شمار ہوگی۔
مولانا محمد ادریس کاندہلوی ؒ (20)کا تفسیر بالرائے میں منہج
ذیل میں مولانا محمد ادریس کاندہلوی ؒکا تفسیری منہج ذکر کیا جاتا ہے
آیات اور سورتوں کے مابین ربط کا التزام
مولانا محمد ادریس کاندہلوی ؒکی یہ خصوصیت ہے کہ انہوں نے اپنی تفسیر میں ربط کا اہتمام کیا ہے۔ہر سورت کی ابتداء میں اگلی سورت کے ساتھ اوراسی طرح آیت کا آیت کے ساتھ ربط واضح کیاہے۔ان کے درمیان پائے جانے والے ایسے رموز واسرار بیان کئے ہیں کہ قرآن مجید کی سورتیں اورآیات ایک لڑی میں پروئی ہوئی موتیوں کی طرح نظر آتی ہیں۔کئی جگہوں پر ایک سے زیادہ وجوہ مناسبت بیان کئے ہیں ۔مثلاً سورۃالبقرۃاور سورۃآل عمران کے درمیان پانچ طریقوں سے ربط ذکر کیا ہے ۔ذیل میں ملاحظہ ہو
وجہ اول: سورۃ بقرہ کی ابتداء قرآن کریم کی حقانیت سے ہوئی اسی طرح سورۃ آل عمران کا آغاز بھی کتاب الٰہی کے ذکر سے ہوا۔
وجہ دوم: سورۃبقرہ میں محاجّہ اور مباحثہ یہود سے تھا اور سورۃ آل عمران میں نصاریٰ سے ہے۔
وجہ سوم:پہلی سورت میں آدم ں کی تخلیق کا ذکر تھا جو اعجب العجائب ہے اور دوسری میں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کاتذکرہ ہے۔
وجہ چہارم:سورۃ بقرہ کا خاتمہ دعاء پر ہوا ہے۔اسی طرح سورۃ آل عمران کا آخری رکوع بھی دعاء پر مشتمل ہے۔
وجہ پنجم: سورۃ بقرہ کی ابتداء میں متقین کا ذکرتھا اسی طرح سورۃ آل عمران کے آخر میں بھی تقویٰ کی ترغیب دی گئی ہے(21)۔
فنون بلاغت کا ذکر
مفسرؒ نے فصاحت وبلاغت کے بہت سے نکات کی طرف نشاندہی کی ہے۔
سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں آپ کے الفاظ کا خلاصہ یہ ہے
ابتدائے سورت میں طرز کلام غائبانہ تھااور اِیَّاکَ نَعبُدُمیں بجائے غائبانہ کے حاضرانہ طرز اختیار کیا گیااور اس طرح غیبت سے خطاب کی طرف انتقال کیا گیا ۔۔۔غائبانہ حمدوثناء زیادہ اخلاص کی علامت ہے اور عبادت وخدمت حضوری میں ہوتی ہے۔نیز نمازی نے جب نماز شروع کی تووہ بمنزلۂ اجنبی آکر کھڑا ہوگیا اور خداوند ذوالجلال کی غائبانہ حمد وثناء شروع کی اور جب حمد وثناء اور مناجات حد کمال کو پہنچی تو بُعد قُرب سے اور اجنبیت یگانگت سے بدل گئی لہٰذا صیغہ بخطاب مناسب رہا (22)۔
صرفی ونحوی تحقیق
ایک جگہ فرماتے ہیں :(وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ(23)کے بارے میں کئی توجیہات ہیں: يطِيقُونَهٗکا مادہ [طـق۔ت،طَاَقَۃٌ] ہے۔جس کے معنی کسی چیز پر نہایت محنت ومشقت کے ساتھ قادر ہونے کے ہیں اور بسہولت قادر ہونے کو [وُسْعَۃٌ] کہتے ہیں تو آیت کا معنی یہ ہو گیا کہ جو لوگ روزہ رکھنے پر بہ دِقّت تمام [بہت مشقت کے ساتھ] قادر ہوں جیسا کہ شیخ کبیر [بہت بوڑھا]ہوتا ہے۔تو ایسا شخص اگر فدیہ دے تو اس کی رخصت ہے۔
اسی طرح فرماتے ہیں کہ ’’ يطِيقُونَهٗ ‘‘ میں ضمیر مفعول صوم کی طرف نہیں بلکہ طَعام کی طرف راجع ہے۔جو لفظاً مؤخر ہے مگر رتبۃمقدم ہے کیوں کہ ’’ وَعَلَى الَّذِينَ يطِيقُونَهٗ‘‘ خبر مقدم ہے اور فِدیہ ’’مبتداء مؤخر ہے اور طَعَامُ مِسکِینَ مبتداء سے بدل ہے اور مبتداء کا بدل رتبۃً مقدم ہے(24)۔
کلامی مسائل حل کرنے میں مفسر کا منہج
مفسر نے کئی اعتقادی اور کلامی مسائل پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔جن میں وجود باری تعالیٰ،عصمت انبیاء،مادے کی عدم اصلیت ،ردِّعقیدۂ تثلیث ،حقانیت عقیدۂ ختم نبوت اوراثبات تقدیر

وغیرہ شامل ہیں۔

۱:وجود باری تعالیٰ کو مختلف عقلی دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے

آیت(لَوْ كَانَ فِيْهِمَا اٰلِهَةٌ اِلاَّ اللّٰهُ لَفَسَدَتَا (25)اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے ،کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں:کہ یہ برہان عقلی بھی ہے اور نقلی بھی ۔جس کوبرہان تمانع کہتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ تمام کارخانۂ عالم ایک خداوند قدوس کی تدبیرسے ابتدائے آفرینش سے بدستورچل رہا ہے۔اگر کئی معبود ہوتے تو یہ نظام درہم برہم ہوجاتا۔جب فساد موجود نہیں ہے تو ثا بت ہواکہ الٰہ ایک ہی ہے اور تعدد الٰہ باطل ہے(26) ۔

۲:مسئلہ عصمت انبیاء پر ایک جگہ روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں

اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام ابتداء ہی سے توحید وایمان سے مفطور ہوتے ہیں جب سے پیدا ہوتے ہیں اسی وقت سے ان کے قلوب کفر اور شرک سے پاک اور منزّہ اور ایقان وعرفان سے لبریز ہوتے ہیں (27)۔

احکام الٰہیہ کی تبلیغ میں انبیائے کرام معصوم ہوتے ہیں کسی طور اور کسی صورت سے کذب اور تحریف کا ان سے سرزد ہونا محال ہے (28) ۔

۳:عقیدۂ ختم نبوت کے اثبات میں لکھتے ہیں

لفظ خاتم دو معانی پردلالت کرتا ہے حقیقی اور مجازی ۔حقیقی معنی میں خاتم سے مراد آخر کے ہیں جو سب کے بعد ہو۔اور مجازی معنی افضل واکمل ہیں ۔ اکمل اورافضل وہ شے ہوتی ہے جس پر کمال وفضیلت کا خاتمہ ہو۔یہ لفظ دونوں اعتبار سے رسول کریم اپر صادق آتی ہے۔آپ آخری بھی ہیں اور تمام کمالات کے جامع بھی۔اہل سنت کااجماعی عقیدہ ہے۔کہ آپ دونوں طرح اور دونوں معنوں میں خاتم النبیین ہیں(29)۔

۴:عقیدہ تثلیث کے متعلق آپ کے موقف کا خلاصہ یہ ہے

بلاشبہ یہ عقیدہ صریح البطلان اور بداہۃً عقل کے خلاف ہے۔زوجیت و فردیت اور وحدت وکثرت کا ایک ذات میں جمع ہونا عقلاء عالَم کے نزدیک ایک بدیہی محال ہے جس سے عقل کوسوں دور بھاگتی ہے۔نصاریٰ یہ بتلائیں کہ یہ تینوں اقانیم باپ،بیٹا اور روح القدس]اپنے وجود اور تشخص میں ایک دوسرے سے جدا اور ممتاز ہیں یا نہیں۔اگر یہ کہیں کہ الگ الگ ہیں تو پھر یہ تین اشخاص ہوئے توحید کہاں رہی ۔اگر تینوں کو ایک تسلیم کریں تو تین کہنا غلط ہوا اور تثلیث ختم ہوئی(30)۔

۵:مادہ کے قدیم اورغیر مخلوق ہونے کے ابطال پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

فلاسفہ اور دہریہ مادہ کے ازلی اور ابدی ہونے کے قائل ہیں۔حالا نکہ یہ باطل ہے۔مادہ جو ایک بے جان اور بے حس چیز ہے کے لئے لازم ہے کہ اس کے لئے کوئی خاص شکل ہو اور وہ شکل بدلتی رہتی ہو جو اس کے حادث اور مخلوق ہونے کی دلیل ہے۔عدم سے وجود اور وجود سے عدم میں لانے والی ذات اللہ کی ہے۔اگر چہ یہ کام عجیب اور اچنبھا ہے تا ہم محال اور ناممکن نہیں کہ مخالف عقلی محال عقلی کو مستلزم نہیں(31)۔

۶:صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی مقبولیت عنداللہ کو ایک جگہ اس طرح واضح کرتے ہیں

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَ وَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَ نْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْاعَنْهُ(32)

’’جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنھوں نے نیکوکاری کیساتھ اُن کی پیروی کی اللہ اُن سے خوش رہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔‘‘کے تحت لکھتے ہیں :اس آیت سے صحابہ کا مومن کامل ہونا معلوم ہوااس لئے کہ اللہ کافر اورمنافق سے راضی نہیں ہوتا۔جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے (فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضَى عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِيْنَ(33)پس اللہ تو نافرمان لوگوں سے خوش نہیں ہوتا ۔

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِيْنَ(34)پس اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا ۔‘‘ اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ فاسق تھے اور نہ کافربلکہ اللہ کے مقبول ومقرب بندے تھے(35)۔

۷: وزن اعمال کے بارے میں ان کے نقطۂ نظر کا خلاصہ یہ ہے
میزان کو اس حسّی اور عرفی ترازو میں منحصر سمجھ لینا صحیح نہیں ہے۔کہ ترازو کی کئی قسمیں اس دنیا میں معروف ہیں ۔ایک قسم سے معمولی چیزیں[سونا چاندی وغیرہ]تولی جاتی ہیں دوسری سے بھاری چیزوں [لوہا،کوئلہ اور لکڑی وغیرہ]کا وزن کیا جاتا ہے۔اسی طرح ہوا، حرارت اور بجلی وغیرہ تولنے کے لئے الگ پیمانے مقررہیں ۔یہاں تک کہ ایک قسم غیر حسی میزان سے شعر بھی تولا جاتاہے ۔خلاصہ یہ کہ اس دنیا کے اندر اعیان اور اعراض دونوں قسم کی اشیاء تلتی ہیں ۔تواللہ کی قدرت سے بعید نہیں کہ قیامت کے دن ایسی حسی اور مقداری میزان قائم کردے کہ جس سے بندوں کے اعمال تولے جاسکیں ([36])۔

فقہی مسائل میں مفسر کا منہج
مفسرنے تفسیر میں جابجا فقہی مسائل کی نشاندہی بھی کی ہے۔اور مسئلہ کے عنوان سے ان کا ذکر کرتا ہے۔
۱:مسئلہ تملیک کے بارے میں لکھتے ہیں
قرآن مجید میں زکوٰۃ دینے کے لئے لفظ ایتاء استعمال کیا جاتا ہے ۔اور اس کامعنی کسی شے کو اپنی ملک سے بالکلیہ نکال کر کسی کو دینا اور اس کو مالک بنانا ہے۔زکوٰۃ میں یہ تملیک بلا عوض ومنفعت ہوتی ہے۔چنانچہ باپ دادا اور بیٹے پوتے کو زکوٰۃ دینا درست نہیں کہ اس میں من وجہٍ ملکیت باقی رہتی ہے ([37])
۲:آیت (وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ([38])کے تحت لکھتے ہیں:
قضاء قاضی سے کوئی حرام شے حلال نہیں ہوجاتی۔اس قسم کا فیصلہ صرف ظاہراً نافذ ہوتا ہے ’’ [کہ ظاہرمیں اس کی ملکیت بن گئی]تاہم باطناً [اللہ کے نزدیک] نافذ نہیں ہوتااور اس کے حلال نہیں ([39])۔
۸:مسئلہ سود کے بارے ان کے نقطۂ نظر کا خلاصہ یہ ہے:
سود میں نفع بلا عوض اور اجزاء کا مقابلہ اجزاء سے ہوتا ہے جب کہ بیع میں نفع بالعوض اورمجموعہ کا مقابلہ مجموعہ سے ہوتا ہے۔مثلاً ایک کپڑے کو دو درہم کے مقابلے میں فروخت کیا تو دونوں جنس الگ الگ ہیں تو کل کپڑا کل درہم کے مقا بلہ میں آئے گا اور نفع بلا عوض نہیں ہوگا ۔اس کے بالعکس ایک درہم کو دو درہم کے مقابلہ میں فروخت کرنا ہم جنس ہونے کی وجہ سے اجزاء کامقابلہ اجزاء سے ہے۔تو ایک درہم کے مقابلہ میں ایک درہم آگیا اور دوسرا درہم بلا عوض ہوگیا جو سود کہلاتا ہے۔
ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرماتے ہیں
سود تاخیر وقت اور مہلت کے عوض لیا جاتا ہے۔سو یہ استدلال اس وجہ سے معقول نہیں کہ مہلت اور تاخیر نہ عقلاً کوئی مال ہے اور نہ عرفاً کوئی ایسی چیز ہے جس پر قبضہ کیا جائے اور عوض مقابل بن جائے ([40])۔
مفسر کا عمومی منہج
:۔ مفسر علاّم کا اپنی تفسیر میں یہ اسلوب رہا ہے کہ
:۔ہر سورت کے آغاز میں ربط کے علاوہ سورت کے فضائل ذکر کرتے ہیں۔
:۔عموماًآیت کی وضاحت ترجمہ کے ساتھ کرتے ہیں ۔
:۔کسی سورت کے اہم عناوین کو شروع میں اکثر فارسی اور کبھی کبھار اردوکے جلی حروف میں ذکر فرماتے ہیں ۔
:۔لطائف ومعارف کے عنوان کے تحت تفصیلی گفتگو کرتے ہیں ۔
:۔نصائح وحِکَم یا کسی سوال کے متعدد جوابات ذکر کرتے وقت فارسی عددی ترتیب کا لحاظ کرتے

ہیں ۔
-:مقام و محل کی مناسبت سے عربی ،فارسی اور اردو اشعار ذکر فرماتے ہیں ۔
-:''نکتہ'' کے عنوان سے کوئی اہم بات سمجھانا چاہتے ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

[1]حسین بن محمد بن مفضل ابو القاسم اصفہانی لغت اور ادب کے امام تھے۔اصفہان [ایران]میں پیدا ہوئے۔تاریخ ولادت معلوم نہیں ۔۵۰۲ھ۱۱۰۸ء کووفات پاگئے ۔
(روضات الجنات،محمد باقر موسوی اصفہانی ۲۴۹ بدون نام طابع،۱۳۴۷ھ، الاعلام زرکلی۲: ۲۵۵دار العلم للملائین بیروت ۱۹۷۴ء)

[2]المفردات فی غریب القرآن،امام راغب اصفہانی۱: ۳۷۴ ، دارالمعرفۃبیروت سن ندارد

[3]سورۃ آل عمران۳: ۱۳

[4]مفردات القرآن ملخصا ۱:۳۷۵

[5]محمدبن بہادربن عبداللہ ،ابوعبداللہ ،بدرالدین ، الزرکشی [۷۴۵۔۷۹۴ھ=۱۳۴۴۔۱۳۹۲ء]ترکئ الاصل ہیں۔ مصرمیں پیداہوئے اوروہیں وفات پاگئے۔فقۂ شافعی کے ممتازعالم تھے۔مختلف علوم وفنون میں گراں قدرتصانیف چھوڑیں۔(شذرات الذہب فی اخبارمن ذہب،ابن عماد ۶:۳۳۵،دارالکتب بیروت سن ندارد،الاعلام۶:۶۰)

[6]البرہان فی علوم القرآن ،امام بدر الدین زرکشی ۲:۱۶۲ ،دارالمعرفۃ بیروت سن طباعت ندارد

[7]التفسیر والمفسرون ،محمد حسین الذہبی۴:۴۱ ،آوند دانش ،نام شہر وسن طباعت ندارد

[8]سورۃ الرعد۱۳: ۱۹

[9]سورۃ محمد ۴۷: ۲۴

[10]سورۃ ص۳۸: ۲۹

[11]سنن ابی داودکتاب العلم[۲۶]باب الکلام فی کتاب اللہ بغیرعلم[۵]حدیث:۳۶۵۴]دارالکتاب العربی بیروت سن طباعت ندارد

[12]ابو حسین بن مسعود بن محمد ،الفراء ،محی السنۃ ،البغوی ،محدث ،فقیہ اور مفسر تھے۔ہرات ومروکے مابین قصبہ[بغا] میں۴۳۶ھ۱۰۴۴ء کو پیداہوئے۔شافعی مسلک سے تعلق رکھتے تھے۔بڑے عابد وزاہد تھے۔۵۱۰ھ۱۱۱۷ء کو وفات پائی۔(وفیات الاعیان وانباء ابناء الزمان،ابن خلِّکان ۲:۱۳۶،منشورات الرضی،قم ایران۱۳۶۴ش،الاعلام ۲: ۲۵۹)

[13]معالم التنزیل[تفسیربغوی امام ابو حسین البغوی] ۱: ۴۶،دارالطیبہ بیروت۱۴۱۷ھ

[14]محمد عبدالرؤف بن تاج الدین المناوی القاہری مصر میں [۹۵۴ھ ۹۵۱ء]کو پیدا ہوئے ۔کبار علماء میں سے ہیں ۔تقریباً اسی تصانیف لکھیں جن میں فیض القدیر شرح جامع الصغیر بھی ش۶امل ہے ۔ [۱۰۳۱ھ۱۶۲۲ء]کو قاہرہ میں و فات پائی۔ (البدرالطالع، محمد بن علی شوکانی ۱: ۳۴۶ ت:۲۳۸ مطبعۃالسعادۃ مصر ۱۳۴۸ھا لاعلام ۶ :۲۰۴

[15]فیض القدیر شرح جامع الصغیر ،علامہ عبدالرؤف مناوی ۶: ۲۳۷دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۴ء

[16]محمد بن ابی بکر بن ایوب بن سعد،،دمشقی،ابو عبداللہ ،شمس الدین، ابن قیم(۶۹۱ھ۱۲۹۲ء)کو پیدا ہوئے ۔اپنے زمانے کے بڑے محدث ،مفسر،فقیہ اور متکلم تھے۔تقریباً ہر فن میں تصانیف لکھیں۔[۷۵۱ھ۱۳۵۰ء]کو وفات پاگئے
(البدایہ والنہایہ ،حافظ ابن کثیر ۱۴:۲۲۱،موسسۃ التاریخ العربی،بیروت سن طباعت ندارد،الاعلام۶:۵۶)

[17]اعلام الموقعین عن رب ۲۱لعالمین ،ابن قیم:۷۴،دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۲۵ھ

[18]البرہان فی علوم القرآن۲:۱۶۱

[19]البرہان فی علوم القرآن۲:۱۶۲

[20]آپ کا پورانام محمد ادریس بن حافظ محمد اسماعیل کاندہلوی ہے ۔آپ کی ولادت ۱۲ ربیع الثانی۱۳۱۷ھ بمطابق ۱۸۹۹ء کو ہندوستان کے مشہور شہر دہلی معارف القرآن۶:۲۹۲۔۔۔۲۹۷بذیل تفسیر سورۃالانبیاء [صوبۂ یو۔پی] کے مضافات میں واقع معروف قصبہ کاندہلہ میں ہوئی۔نو سال کی عمر میں حفظ قرآن مکمل کیا اور مظاہر العلوم سہارنپور اور دارالعلوم دیوبند سے علوم شرعیہ میں سند فراغت حاصل کی۔مئی ۱۹۴۹ء میں پاکستان آگئے ۔جامعہ عباسیہ بہاولپوراور جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور میں تدریس کی ۔مولاناصاحبؒ کی شخصیت ہمہ جہت تھی آپ ایک اچھے مدرس ،مفسر،محدث ، اہل قلم اورعلم وعمل کے ایک جامع انسان تھے۔آپ کی تصنیفات کی تعداد سوسے زیادہ ہے جو ایک مفید اسلامی ذخیرہ ہے ۔۲۸ جولائی ۱۹۷۴ء بمطابق ۸رجب ۱۳۹۴ھ کو ۷۵ سال کی عمر میں صبح صادق کے وقت وفات پاگئے۔(معارف القرآن (مقدمہ)صفحہ ۱۔۔۱۸مطبوعہ فرید بک ڈپو دہلی ۲۰۰۱ء

[21]معارف القرآن۱ :۵۵۱ بذیل تفسیر سورۃآل عمران ملخصاً

[22]معارف القرآن۱ :۲۰بذیل تفسیر الفاتحہ ملخصاً

[23]سورۃ البقرۃ ۱:۱۸۴

[24]معارف القرآن ۱:۳۰۷ ملخصاً بذیل تفسیر سورۃ البقرۃ

[25]سورۃ الانبیاء۲۱: ۲۲

[26]معارف القرآن۵ :۲۰۱ ملخصاً بذیل تفسیر سورۃ الانبیاء

[27]معارف القرآن١٣٩:١ ملخصاً بذيل تفسير سورة البقرة

[28]معارف القرآن١٤٠:١ ملخصاً بذيل تفسير سورة البقرة

[29]معارف القرآن٢٩٢:٦۔۔٢٩٧بذيل تفسير سورةالانبياء

[30]معارف القرآن٤١٠:١بذيل تفسير سورة البقرةملخصاً

[31]معارف القرآن٤:٤بذيل تفسير سورة ہودملخصاً

[32]سورة التوبۃ٩:١٠٠

[33]سورة التوبۃ٩:٩٦

[34]سورة آل عمران٣:٣٢

[35]معارف القرآن٣: ٥١٢ بذيل تفسير سورةا لتوبۃ ملخصاً

[36]معارف القرآن٣ :٧٣۔٧٥بذيل تفسير سورةالاعراف ملخصاً

[37]معارف القرآن٤٦٨:٣بذيل تفسيرسورةا لتوبۃ ملخصاً

[38]سورة البقرة ٢:١٨٨

[39]معارف القرآن ٣٧٩:١ بذيل تفسير سورةا لبقرةملخصاً

[40]معارف القرآن ٥٢٧:١ بذ يل تفسير سورة البقرةملخصاً